

# کتاب کاوی پر ایک نظر

## کتاب ہنود

(۱۵)

از جناب ذوقی شاہ صاحب

امور تحقیق طلب آیات قرآنی کی بناء پر تمہیدیں ہم لکھ چکے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم ہدایت الہی سے محروم نہیں رکھی گئی۔ یہ نظیہ ہم کو اس نتیجہ پر لاتا ہے کہ قوم ہنود کے لیے بھی ہدایت الہی یقیناً نازل ہوئی، خواہ یہ ہدایت ہندوستان میں ان کے لیے نازل ہوئی ہو، یا وہاں جہاں سے یہ لوگ اس ملک میں آئے۔ اب صرف اس امر کا اطمینان حاصل کرنا باقی ہے کہ وہ سچی ہدایت آج بھی اس قوم میں باقی ہے یا امتداد زمانہ سے وہ بگڑ گئی، مسخ ہو گئی، بدل گئی، اور اپنی اصلی حالت کے اعتبار سے منفقود ہو گئی؟ اس تنقید کے لیے مندرجہ ذیل امور تحقیق طلب ہیں:-

۱- وہ کون کون سی کتابیں ہیں جن کو اس قوم کے لوگ منزل من اللہ قرار دیتے ہیں اور جن پر

وہ اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں؟

۲- وہ کتابیں کہاں نازل ہوئیں؟ کب نازل ہوئیں؟ طریق نزول ان کا کیا تھا؟ کتنی مدت تک

کس ترتیب سے اور کن حالات میں ان کا نزول ہوتا رہا؟

۳- کس پنمیر یا کن پنمیروں یا ریشیوں یا "اوتاروں" پر ان کا نزول ہوا؟

۴- ان کتابوں کے مضامین کا خلاصہ کیا ہے اور ان میں جو تعلیمات مندرج ہیں وہ بنی نوع انسان کی

دینی و دنیوی فلاح میں کس حد تک موثر ہو سکتی ہیں؟

۵۔ ہندوؤں کے پاس ایسے ایسے دعویٰ کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کتابیں حقیقتاً حق تعالیٰ ہی کی جانب سے

ہندوؤں کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی گئی ہیں؟

۶۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کتابیں اپنی اصلی صورت میں محفوظ ہیں اور ان میں کسی قسم کے تغیر و

تبدل، کمی و بیشی، تحریف و الحاق کا وقوع نہیں ہوا اور ان پر اس درجہ اعتماد کیا جاسکتا ہے جس کی کہ کتب منزل من اللہ متحت ہیں؟

تاریخ منورہ | قبل اس کے کہ مذکورہ بالا امور پر غور کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی تاریخ پر بھی ایک سرسری اور اجالی نظر ڈالی جائے تاکہ مسائل مذکورہ پر تنقیدی نظر ڈالنے میں حاملان کتب زیر تنقید کے تاریخی حالات سے بھی ضروری مدد ملی جاسکے۔

اس سلسلہ میں اس امر کی تفتیش مقدم ہے کہ واقعات عالم کی صحت کے متعلق حصولِ یقین

میں موجودہ تاریخی مواد کس حد تک قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔

زمانہ باعتبار تاریخی معلومات کے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) عہد تاریخی اور

(۲) عہد قبل تاریخ۔

عہد تاریخی وہ ہے جس کے واقعات قلمبند یا کسی نہ کسی طرح محفوظ کر لیے گئے ہیں۔

عہد قبل تاریخ کا دور تاریخی دور سے قبل کا دور ہے جس کے متعلق کوئی قابل اعتبار مواد

موجود نہیں محض اٹل سے کام لیکر اس کے متعلق کچھ بیان کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے وثوق کے ساتھ اس عہد کے

متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ صرف آثار و قرآن کو دیکھ کر اور وہ بھی محض ظن و قیاس

کی بنا پر جو امور کہ اس عہد کے متعلق بالعموم بحث میں آتے ہیں ان میں سے مثال کے طور پر چند مسائل

۱۔ کائنات کا وجود کب سے ہے؟

۲۔ زمین کب وجود میں آئی؟

۳۔ زمین کی ابتدائی صورت کیا تھی اور اس صورت میں کب کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں؟

۴۔ انسان سے قبل زمین پر کیا تھا کس نوع کی آبادیاں تھیں؟

۵۔ انسان کی ابتدا اس زمین پر کب سے ہے؟

۶۔ انسانی آبادی زمین کے کس حصہ سے شروع ہوئی اور آبادی کا پھیلاؤ کس ترتیب زمانی

و مکانی کے ساتھ واقع ہوا؟

۷۔ تمدن انسانی کے ابتدائی مدارج کی نوعیت و کیفیت کیا تھی؟ اس ضمن میں یہ سائل بھی آتے ہیں کہ

۱۔ ہندو اقوام ہندوستان میں کب سے آباد ہیں؟

۲۔ کہاں سے آئیں؟

۳۔ کسی مذہب کو اپنے ساتھ لیکر آئیں یا یہاں آنے کے بعد انھیں کوئی مذہب عطا ہوا؟

۴۔ اگر ہندو اقوام باہر سے آئیں تو ہند میں آکر انھیں کن فرائضوں سے سابقہ پڑا؟

۵۔ کس حد تک ان کے تمدن نے اس ملک کو متاثر کیا؟

۶۔ کس حد تک یہاں کے قدیم تمدن سے وہ لوگ خود متاثر ہوئے؟

۷۔ یہاں آنے سے قبل کن کن خارجی اثرات سے وہ متاثر ہو چکے تھے اور یہاں آنے کے بعد علاوہ

یہاں کے ملکی اثرات کے کن خارجی اثرات سے وہ متاثر ہوتے رہے؟

ظاہر ہے کہ ان جملہ امور کی بابت جو کچھ دور حاضر کے تمدن ممالک میں بیان کیا جاتا ہے وہ نہ

کثرت و الہام کے تحت میں ہوتا ہے نہ تواریخ کی ان مکتوب شہادتوں پر مبنی ہوتا ہے جو محکمہ چینی سے ماورا ہو

بلکہ اس میں بڑی حد تک ان ظنیات اور قیاس آرائیوں کو دخل ہے جنہیں ایک ترتیب خاص میں لاکر

سائنس "قرار دے دیا گیا ہے اور ان پر شوکت اسما کے ساتھ نامزد کر دیا گیا ہے۔

جیالوجی - علم طبقات الارض

بانی آجوبی - علم الحیات -

ایتھراپالوجی - علم الانسان -

ایتھنا لوجی - علم الاقوام -

فک لور - علم حالات انسانی بذریعہ روایات لسانی -

آرکالوجی - معلومات ماخوذ از آثار قدیمہ -

سائیکالوجی - علم النفس -

فلالوجی - علم السنہ -

ان جملہ قیاس آرائیوں کی بنیاد مندرجہ ذیل امور کی موجودہ نا تمام معلومات پر رکھی گئی ہے۔

۱۔ چٹانوں کی عمر کا اندازہ شکم زمین کے چند اجزاء - طبقات ارض کی نوعیت میں اختلافات

انسان کی ہڈی کے ڈھانچے اور وہ جانور درخت، اور پودے جو مدت دراز تک زمین میں دفن رہے اور  
استاد زمانہ سے جنہوں نے معدنی صورتیں اختیار کر لیں۔

۲۔ چند پرانی تباہ شدہ بستیاں یا ان کے آثار و باقیات جو زمین کھو د کر نکالے گئے۔ قدیم سما

شدہ عمارتیں یا ان کی بنیادوں کے نشانات یا وہ بچھے بچھے نشانات جو ادھر ادھر نظر آگئے۔

۳۔ قدیم کتبے جو پتھروں پر غاروں میں، چٹانوں، پڑائے ستونوں، یاد دہات کے پتھروں پر

کنندہ پائے گئے۔ تصاویر عجموں یا بتوں کی ساخت و نوعیت۔

۴۔ پڑائے گئے اور ان پر کے خطوط۔ پڑائے تمھیار، اوزار برتنے کی اشیاء جن پر قدامت کی

مہر پائی گئی۔

۵۔ ملکی و قومی افسانے جو نظم یا نثر میں مبالغہ آمیز صورتوں کے ساتھ مختلف ممالک میں زبان زد

خاص و عام رہے۔

۶۔ قدیم زبانوں کی چھان بین جو ان کی ملفوظی یا مکتوبی مماثلت اور الفاظ کے مخارج و اشتقاق پر غور و غوض کرنے کے بعد عمل میں لائی گئی۔

۷۔ ان خطوط و نقوش کی عینک سے بھی اسرارِ قدامت دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے جنہیں کوئی

صحیح طور پر نہیں سمجھتا اور جن کی تفہیم میں قیاس آرائیوں کے سوائے چارہ نہیں۔ مثلاً مصری ہائی راکلفکس۔  
۸۔ علم النفس کی روشنی میں فطرت انسانی پر نظر ڈال کر قیاس کیا گیا ہے کہ دکھ اور خوشی، غم،

فکر اطمینان، محبت، عداوت میں طبعا انسان کے کیا حرکات و سکنات ہوتے ہیں۔ پھر اس پر اقوام کی تمدنی و معاشرتی کیفیات اور قومی خصوصیات کی عمارتیں تعمیر کر لی جاتی ہیں۔

کون کہہ سکتا ہے کہ ان قیاس آرائیوں کا نتیجہ ہمیشہ اور ہر حالت میں صحیح ہونا لازمی ہے مینڈلٹز بالاعلوم قدیم نہیں بلکہ جدید ہیں۔ معلومات و انکشافات جن پر ان کی بنیاد ہے اتنا تک نہایت محدود و ناقص ہیں۔ آئے دن معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جدید انکشافات پرانے نظریوں کو بدل دیا کرتے ہیں۔

مثلاً آریہ قوم کے متعلق عہد قبل تاریخ کے واقعات یا ان واقعات کے متعلق مفروضات کو لے کر ایک عرصہ تک اسی خیال کا اظہار ہوتا رہا کہ یہ لوگ زمانہ نامعلوم میں وسط ایشیا میں تھے وہاں سے چائے شمال و مغرب کے پہاڑوں سے اترے اور ہندوستان پر چھا گئے۔ وسط ایشیا میں ان کے وطن اصلی کے متعلق کوئی تاریخی یا غیر تاریخی شہادت یا روایات زبانی یا قرائن آثاری موجود نہیں۔ صرف اتنا تحقیقی ہے کہ یہ لوگ شمال و مغرب کے پہاڑوں سے نکلے۔ اس سے قیاس کر لیا گیا کہ وسط ایشیا سے آئے ہوں گے پھر یہ بھی سمجھ لیا گیا کہ وسط ایشیا ہی ان کا وطن اصلی ہوگا۔ اس ”ہوگا“ نے لوگوں کے خیال میں ”ہے“ کی صورت اختیار کر لی اور رفتہ رفتہ اس صورت میں وہ پختگی آگئی کہ اس کے خلاف کچھ

کہا جکے تو بڑے بڑے تعلیمیافتہ لوگ بھی چونک لٹتے ہیں۔

مگر موجودہ حکومت ہند کے آثار قدیمہ کی جانب سے سندھ و بلوچستان میں تلاش آثار قدیمہ کا جو کام آج کل ہو رہا ہے اس کے نتیجے نے تعلیمیافتہ طبقہ کو بھی آریوں کے وطن اصلی کے قدیم نظر

کی بابت شبہ میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر میکے کی جدید تصنیف دی اینڈس سویلیزیشن **THE Indus**

Civilization ملاحظہ فرمائیے بحکمہ آثار قدیمہ کے اسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مسٹر این جی۔ مارجو

کی حال کی تصنیف ایکسپلوریشن ان سندھ (Exploration in Sind) کا خوب

عوز سے مطالعہ فرمائیے۔ سندھ میں موہن جو دارو اور لوہن جو دارو اور لیونے جو اور قلات (بلوچستان)

میں نل کے مقامات پر آثار قدیمہ کی تلاش کے نتائج سے اس کتاب میں تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ثابت

کہ جو لوگ زمانہ قدیم میں تمدن نے کرہندستان میں داخل ہوئے وہ مغربی ایشیا یعنی بابل وغیرہ سے آئے ان کے متعلقانی ناپلوں میں

اسٹائن بھی شریک تھے جو ایک جرمنی انسل انگریز ہیں۔ اور برٹس میوزیم لندن اور باروڈو نیورسٹی کے

تمایندہ ہونے کی حیثیت سے شریک تفتیش ہوئے تھے۔ ۱۸ مارچ ۱۹۳۵ء کے ٹائمس آف انڈیا میں

ان کا مکالمہ شائع ہوا ہے جس کے ایک حصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

آریہ لوگ کہاں سے آئے؟ کس طرف گئے؟ کون سا راستہ انھوں نے اختیار کیا؟

ان کی ابتدائی زبان کی کیا کیا نشانیاں باقی ہیں؟ ان کی مفتوحہ

اب کہاں اور کس حال میں ہیں؟

چودھویں صدی قبل مسیح کی حتی تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو

دیدک دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے اور سنسکرت زبان کی بولیوں میں سے

کوئی بولی بولتے تھے علاقہ **Mittani** (میشی

چرانے والوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔ علاقہ اس حصہ زمین پر واقع تھا۔

جو آج کل کروتان کے نام سے موسوم ہے۔

حتیٰ سے ہی حت می جانب اشارہ ہے جنہیں انگریزی میں ( Hittites )

کہتے ہیں اور جن کا ذکر توریت کی کتاب پیدائش کے ابواب ۱۰ و ۲۳ میں موجود ہے۔ ان کی سلطنت ایشیا کوچک اور شام میں پھیلی ہوئی تھی۔ اتنی قوی تھی کہ صدیوں مصر و عراق کے حملوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتی رہی۔ یہ وہی ملک تھا جہاں نمرود حکمران رہا۔ ابراہیم علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ بنی اسرائیل کی حکومت رہی اسی ملک پر داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام نے نبوت اور بادشاہی کی اسی ملک میں شہر حبرون ( Hbron ) واقع ہے جس کا ذکر توریت میں آیا ہے۔

اور جہاں ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے مزارات مقدسہ موجود ہیں۔ شہر حبرون بیت المقدس سے ۸ میل جنوب و مغرب کے جانب واقع ہے اور آج کل النخلیل کے نام سے ہے۔ حت کنعان کا بیٹا تھا۔ کنعان حام کا۔ اور حام نوح علیہ السلام کے فرزندوں میں سے تھے۔ شام میں ہی حت کی حکومت کا زور ۱۰۰ قبل مسیح کے قریب میں بیان کیا جاتا ہے، ۱۰۰ قبل مسیح تک یہ حکومت قائم رہی تحقیقات جدیدہ کی رو سے ان لوگوں نے دنیا کے قدیم تمدن کی ترقی میں بڑا حصہ لیا۔ بقول سراسٹائن کے ان لوگوں کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں میں آریہ ہونے کے علامات پائے جاتے تھے، جو آریوں کے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے اور آریوں کی زبان بولتے تھے کسی زمانہ میں شام اور ایشیا کوچک میں مویشی چرایا کرتے تھے۔ آگے چل کر سراسٹائن فرماتے ہیں کہ:-

ان لوگوں نے ایک ہزار اور دو ہزار برس قبل مسیح کے درمیان پنجاب کو فتح

کیا۔ پھر شمالی ہند میں انھوں نے اپنی زبان اور اپنے اثر کو پھیلایا

بیانت تک کہ رفتہ رفتہ ان کا تمدن تمام جزیرہ نماے ہند پر چھا گیا۔

ان فتوحات کی تفصیل دریافت کرنے کے لیے کوئی تاریخی مواد موجود نہیں۔ مگر  
اسی بات بالکل یقینی ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو آریہ کہتے ہیں اور ریگ وید اپنے پاس  
رکھتے ہیں سندھ و پنجاب میں مغرب سے آئے۔ جزائی حالات تبلا رہے ہیں اور  
اس امر کی تائید کر رہے ہیں کہ یہ ملک شام یا ایشیا کوچک سے نکلے اور ایران  
و بلوچستان ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے۔ آج سندھ کی آب و ہوا خشک  
ہے مگر چار پانچ ہزار برس قبل کافی مرطوب تھی۔

ڈاڈی سندھ سے متصل آغاز تاریخ سے ایک قوم آباد ہے جس کی بولی و ہشرتی  
ایرانی زبان ہے جو اپنی قدیم ترین صورت میں زرتشت کے گیتوں میں محفوظ  
ہے اور جو دیک سنسکرت کی ایک شاخ معلوم ہوتی ہے۔

ڈریائے سندھ کے حصہ زبرین کے مغربی ساحل پر ایک یہاں سادھی بتدیانا  
تمدن والی مختصر سی برہمن قوم آباد ہے۔ ڈراویدین زبان بولتی ہے حالانکہ  
اس زبان کے بولنے والے ان سے بہت فاصلے پر دکن میں رہتے ہیں۔ یہ ایک  
ممما ہے جو اس طرح آسانی حل ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان جو ملک حائل  
ہے اس میں ایسے کتبے دستیاب ہوئے ہیں جن پر ڈراویدین زبان کے حروف  
کنڈہ میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ فلاکت زدہ نیم برہمن خانہ بدوش لوگ جو کہ  
سندھ کے چند میں ان کثیر التعداد ڈراویدین لوگوں سے برادرانہ نسبت  
رکھتے ہیں جو آریوں کے آنے سے قبل پورے ملک پر حکمران تھے اور جن کا تمدن  
آریوں کے تمدن سے بہت بڑھا ہوا تھا مگر جو قوت و بہت میں آریوں کے  
مقابلہ میں کمزور ثابت ہوئے۔ یہ دریا پار و الا ضعیف فرقہ چنگے سے ایک

گوشتہ عافیت میں کھسک گیا۔ اور نہروں برس سے وہ وہاں قائم ہے۔  
 زبان سنسکرت کے تغیرات مابعد اور آریوں کے تمدن و مذہب میں آئے ان  
 کی ترمیمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریوں نے اپنی زبان اور اپنی حکومت کو تلک  
 کے باشندگان قدیم پر زبردستی ٹھونس مگر ان کے نہایت برتر تمدن اور ان کی  
 بہت سی مذہبی خصوصیات کو خود بھی قبول کر لیا اور انھیں اپنا بنا لیا۔ مندو  
 اقوام میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ بلکہ یہ اب بھی ہو رہا ہے۔ یہ لوگ  
 اسی طرح اپنے فاتحوں کو جذب کر لینے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔“

اقتباس مندرجہ بالا سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ بعیدہ میں ایک آریہ یا آریوں کے  
 مشابہ قوم مالک شام و ایشیا کو چک یا اس نواح میں خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتی تھی  
 اور مویشی چراتی تھی۔ مگر تلاش سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ مثل عام خانہ بدوش قبائل کے یہ لوگ  
 امن پسند اور گوشتہ عافیت کی خاموش زندگی بسر کرنے والے نہ تھے بلکہ سرکش بغاوت پسند اور حکومت  
 کے خلاف شورش اٹھانے کے عادی تھے۔

چنانچہ برٹش انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ صفحہ ۴۴۵ و ۴۴۶ پر بابل یا Babylonia

لکے قدیم تاریخی حالات کی بحث میں لکھا ہے کہ جن زمانہ میں ہیئت بابل پر حکمران تھے

ایک قوم تھی۔ جو غالباً آریہ تھی۔ یہ قوم ایک مدت تک بابل پر حملہ آور ہوتی رہی یہاں تک کہ ملک پر  
 وہ قابض ہو گئی۔ ۵۷۰ برس تک اس کا غلبہ رہا۔ اس کے عہد میں بابل کو دنیا میں (

Karduniash لکے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ان کے بادشاہوں کے نام غیر سامی

بلکہ اغلباً آریہ تھے۔ مثلاً ایشیہ۔ کلیدیہ۔ ادا اسی عراق کے شمال و مغرب میں ایک زبردست آریہ  
 حکومت قائم ہو گئی تھی جہاں اندر اور درونا اور بئرا کی پرستش ہوتی تھی جو کہ ہندوستان پر چڑھا

کرنے والے آریوں کے دیوتاؤں کے نام ہیں۔

جہاں تک موجودہ تاریخ دانی کا تعلق ہے ہندوستان کے قدیم ترین باشندے قبیل اور گونڈ اور دیگر قبائل بیان کیے جاتے ہیں جو آج کل وسط ہند اور دکن کے جنگلوں اور پہاڑوں میں پائے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کا اُس نسل انسانی سے تعلق ہے جس کے آثار آسٹریلیا میں پائے گئے ہیں اور سمجھایا جاتا ہے کہ یہ لوگ آسٹریلیا اور جاوا جیسے مقامات سے ہندوستان میں آئے ہوئے ہیں۔

انہیں ) **Pre-Dravidian Races** کہتے ہیں۔ انہیں بلوگوں

پر ڈراویدین لوگوں نے چڑھائی کی جو غالباً مغرب ایشیا سے نکلے اور بلوچستان کی راہ سے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ اپنے زمانہ کے لحاظ سے نہایت درجہ تمدن اور تعلق تھے۔ ان کا تسلط ہندوستان پر پوری طرح ہو گیا اور بہت عرصہ تک رہا۔ تین زمانہ کے لئے کوئی قابل وثوق مواد دستیاب نہ ہو سکا انہیں لوگوں پر یعنی ڈراویدینز پر آریہ لوگ حملہ آور ہوئے۔ اس حملہ آوری کا زمانہ ۲۴۰۰ برس اور ۱۵۰۰ برس قبل مسیح کے درمیان بیان کیا جاتا ہے مگر اس میں بڑا اختلاف ہے۔ ہندو اصلی زمانہ کو اس سے بھی قدیم تر بتلاتے ہیں اور یونان میں محققین اسے نزدیک تر قرار دیتے ہیں۔ آریوں نے پہلے سندھ و پنجاب پر قبضہ کیا اور کچھ عرصہ تک وہیں مقیم رہے پھر مشرق کی جانب رخ کیا اور رفتہ رفتہ بنگال تک پہنچ گئے۔

اس درمیان میں ڈراویدین قوم کے لوگ شمالی ہند سے نیچے اترتے گئے یہاں تک کہ دریائے زبرد اسے نیچے آگئے اور دکن میں آکر اڑ گئے۔ دکن سے یہ لوگ آریوں پر حملہ آور بھی ہوتے رہے اور ان کے بڑھتے ہوئے غلبہ کی شدید اور مسلسل مخالفت بھی کرتے رہے۔ اس وجہ سے آریوں کا اثر دکن میں بہت دیر میں اور بہت ضعیف ہو کر پہنچا۔ اب بھی یہ قدیم قوم دکن میں بڑی تعداد میں آباد ہے۔

ایسا بکلو پیڈیا ریٹھانیکا (طبع چہارم جلد ۱۲ میں "انڈیا پر آرٹیکل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاؤنڈین لوگ... برس قبل مسیح تک ہند کے ساحل جنوب و مغرب اور ملک بابل کے درمیان بذریعہ جہازوں کے تجارت کرتے رہے اور بابل سے ساحلی زبانوں میں سے ایک زبان کے وہ حروف لائے جن پر آج ہندی 'برہمی' سیاہی اور سلونی زبانوں کی تحریریں بنی ہیں۔

پروفیسر آر تھر میگزائل اپنی کتاب "تاریخ زبان سنسکرت" میں لکھتے ہیں کہ پروفیسر بوہلر (Buhler) نے بڑی محنت و جانکاری اور بڑی تحقیق و تنقید کے بعد ثابت کیا ہے کہ ہند قدیم میں دو قسم کی تحریروں کا رواج تھا۔ کبروشتی اور براہمی۔

(۱) کبروشتی ملک گندھارا یعنی مشرق افغانستاں اور شمالی پنجاب میں ۴۰۰ برس قبل مسیح سے لیکر ۲۰۰ برس بعد ولادت مسیح تک مروج رہی۔ اس رسم الخط کا ماخذ سامی تحریر کی وہ آرمی قسم ہے جو ۵۰۰ برس قبل مسیح رواج پائے ہوئے تھی۔ کبروشتی تحریریں شل اپنی اصل کے داہنی جانب کے بائیں جانب کو لکھی جاتی تھیں (مثل اردو فارسی عربی کے انہ کہ مثل ناگری اور انگریزی کے)۔

۲۔ براہمی خط کو ہندی قومی تحریر نہیں پایا ہے کیونکہ بعد کے بعد اقسام کے حروف خواہ وہ لادوی النظر میں آپس میں کیسے ہی مختلف معلوم ہوتے ہوں سب اسی خط پر بنی ہیں۔ یہ حروف و عبارات سب بائیں جانب سے دائیں جانب کو لکھی جاتی ہیں مگر ان کا ابتدائی اور اصلی رخ نہیں۔ ۴۰۰ برس قبل مسیح کے کچھ کے دستیاب ہوئے ہیں جن پر رخ تحریر داہنی جانب سے بائیں جانب ہے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا۔ کیونکہ براہمی حروف اس قدیم ترین سامی رسم الخط پر بنی ہیں جو کہ کسی زمانے میں سامیوں کے مقبوضات شمالی میں رائج تھا اور ۸۹۰ برس قبل مسیح کے کتبوں اور دفائن وغیرہ پر کندہ کیا ہوا پایا گیا ہے۔ ڈاکٹر بوہلر کی رائے یہ ہے کہ یہ حروف ہند میں ۴۰۰ برس قبل مسیح لائے گئے۔ براہمی حروف کی بھی دو قسمیں ہیں۔ شمالی اور جنوبی۔ شمالی میں سنسکرت مرہٹی اور ناگری لکھی جاتی

ہے۔ انہیں ناگری یا دیوناگری ا حروف کہتے ہیں۔ قسم جنوبی میں وہ تحریریں شامل ہیں جو سندھ یا چل کے جنوب میں مالک کینری اور تلنگانہ میں مستعمل ہیں۔ ناگری کے قدیم ترین نسخے آٹھویں صدی تک کے اور قلمی نسخے گیارہویں صدی تک کے دستیاب ہو چکے ہیں۔

بیانات مذکورہ بالا کے دیکھنے کے بعد طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا بابل میں ہونا بیان کیا گیا ہے اور جن کے آثار قدامت سندھ و بلوچستان میں پائے گئے ہیں وہ <sup>الحقیقت</sup> آریہ ہی تھے یا کہ ڈراویدین؟ اور بابل میں وہ کہاں سے پہنچے؟ اس کے جواب کی تلاش کے لیے مندرجہ ذیل نظریے ہی قائم ہو سکتے ہیں۔

۱۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ آریہ ہی ہوں عام اس کے کہ وہ اپنے نام اور اپنے دیوتاؤں کی پرستش اپنے ہمراہ لے کر یہاں سے وہاں گئے یا وہاں سے یہاں آئے۔ ”یہاں“ سے مراد وسط ایشیا ہونا ہندوستان لیکن وسط ایشیا سے ان کا خروج محض قیاس ہی قیاس ہے۔ ان کے عہد قدیم کے کوئی آثار وہاں <sup>مطلوبہ</sup> نہیں پائے جاتے۔ اور ہندوستان میں وہ فاتحانہ شان رکھتے تھے عقل تسلیم نہیں کرتی کہ اس ملک میں اپنے غلبہ کی شان کو چھوڑ کر وہ وہاں آوارہ گردی اور خانہ بدوشی کے لیے گئے ہوں اور یہاں سے وہاں جا کر انھوں نے مویشی چراتا شروع کر دیا ہو۔ لہذا اگر یہ لوگ آریہ تھے تو اغلب ہے کہ وہیں سے یہاں آئے ہوں مگر یہ خیال صحیح نکلا تو ان کے یہاں آئینہ زمانہ ہزار بارہ سو برس قبل مسیح ہی قرار دیا جائے گا۔ اور اس کے خلاف جتنے دعوے ہیں ان سب کو رد کر دینا پڑے گا۔

۲۔ یا ممکن ہے کہ یہ لوگ وسط ایشیا سے نہیں بلکہ ایران سے نکلے ہوں اور بابل پہنچے ہوں مگر ایران سے ان کا بابل جانا کچھ دہاں سے واپس ایران آنا پھر ایران سے ہندوستان کا رخ کرنا محض قیاس ہی قیاس ہو سکتا ہے۔ کوئی قرینہ اس کی تائید نہیں کرتا۔ ایرانیوں اور آریوں

میں بلجاؤ زبان اور مذہب کے جو مشابہت و مماثلت ہے اس کے دوسرے وجوہ میں جن میں سے بعض پروردگار کے تحت میں بحث آئے گی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک ہی لوگ تھے جن میں سے ایک ہی زمانہ میں بعض باہل گئے اور رفتہ رفتہ وہاں سلطنت کرنے لگے اور بعض مہندوستان آگئے اور رفتہ رفتہ یہاں حکومت کرنے لگے تو اس صورت میں سندھ کے دفائن میں قدیم بابلی تمدن کے آثار کا پایا جانا بے سنی ہو جائے گا۔

۳۔ یا ممکن ہے کہ بد لوگ دراصل ڈراویدین تھے اور بارشانی وہاں پہنچے۔ پہلی مرتبہ ایک بعید اور نامعلوم ماضی میں یہ لوگ وہاں سے ابران بلوچستان اور سندھ کی راہ سے آئے اور ہندوستان کی قدیم آبادیوں کو مغلوب کر کے یہاں کے مالک بن بیٹھے۔ آگے چل کر اپنے تمدن کو ان لوگوں نے اتنی ترقی دی کہ جہازوں کے ذریعہ مغربی مالک سے یہ تجارت کرنے لگے جنہیں باہل بھی شامل تھا۔ ممکن ہے کہ اس زمانہ میں ان کے مزدور پیشہ طبقہ کا ایک گروہ ان کے ہمراہ باہر نکلا ہو اور باہل میں رہ پڑا ہو۔ اس طبقہ نے پہلے وہاں مبتدیانہ مشاغل شروع کیے ہوں۔ مثلاً محنت مزدوری کا شکاروں اور زمینداروں کی ملازمت، مویشی پالنا اور انھیں جنگل پہاڑوں میں لے لیے پھرنا۔ پھر رفتہ رفتہ یہ لوگ وہاں کے حصہ ملک پر قابض بھی ہو گئے ہوں۔ معلوم نہیں کہ ہندی دیوتاؤں کی پرستش کی رسم آریوں نے ڈراویدینس سے لی یا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مگر سرٹائین کے مندرجہ بالا قول سے یہ تو اخذ ہوتا ہے کہ ڈراویدینس میں بھی براہمن ہوتے تھے جن کا بقیہ اتیک دریائے سندھ کے حسیہ زبروں کے مغربی ساحل پر موجود ہے اور اپنی اصلی ڈراویدین زبان کو لیتا ہے یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ تمدن اور مذہب کی یہ خصوصیات میں آریہ طبقہ ڈراویدین اثر کو بوری طرح قبول کر چکا ہے اس لیے کہ عربیہ کہ جو حقیقتاً ڈراویدین خصوصیات سے بہا ہل کے اس ہندی الاصل فرقہ میں غلطی سے آریہ خصوصیات سمجھ لیے گئے اور ہندی الاصل ناموں اور دیوتاؤں کو آریہ قرار دیا گیا یا پھر یہی ممکن ہے کہ ان ڈراویدین لوگوں نے اپنے قبیلے کا نام آریہ رکھ لیا ہو جس کے معنی قبول پروردگار کے معنی ہیں۔

تاریخ زبان سنسکرت کے ایک ہی خاندان ایک ہی برادری اور کنبہ رشتہ کے لوگ، ہیں۔ مدت تک اس شاداب ملک اور وہاں کی صحت بخش آب و ہوا میں رہ کر یعنی امر ہے کہ ان کا رنگ و روغن بدل گیا ہوگا، ان کے قوائے جسمانی مضبوط ہو گئے ہوں گے اور صوری اعتقاد سے وہ ایک باطل جداگانہ قوم معلوم ہونے لگے ہوں گے۔ یہ امر بھی بعید از قیاس نہیں کہ وہ خود بھی اپنی اصل کو بھول گئے ہوں اور انھیں یاد بھی نہ رہا ہو کہ ان کے آبا و اجداد ڈراویدین ہیں۔ فتوحات کے نشہ میں وہ پہلے یہ ان پھر ہندوستان آئے اور ڈراویدین لوگوں کو اپنا غیر ملکہ اپنا مازحم پا کر اور اپنے مقابلہ میں ان کی کافی کافی صورتیں دیکھ کر انھیں بھوت اور راس کھس سمجھا اور انھیں کچننا شروع کر دیا۔ گویا ایک ہی قوم تھی جو پہلے ڈراویدین بن کر ہندوستان آئی پھر ایک مدت بعد رنگ و روپ بدل کر اور اپنی اصل کو بھول کر آریہ بن کر دوبارہ اس ملک میں آئی اور اپنے ہاتھ سے اپنے ہی بھائی

بندوں کی جڑیں کاٹنی شروع کر دیں اس نظریہ کی تائید جیپسوں (Gypsies)

کے وجود سے بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک خانہ بدوش قوم ہے جو یورپ میں آج کل تقریباً پانچ لاکھ کی تعداد میں موجود ہے۔ رکی، بلقان، روس، اٹلی، اسپین، فرانس، جرمنی، آسٹریا، انگلستان میں یہ لوگ پھیلے ہوئے ہیں بلکہ امریکہ تک پہنچ گئے ہیں۔ انگلستان میں ان کی تعداد چالیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔

پہلے سمجھا جاتا تھا کہ یہ لوگ مصر سے آئے اور اسی بنا پر انھیں جیپسز کہتے ہیں جو کہ لفظ (Egyp-

tians) سے بنایا گیا ہے لیکن اب یہ امر طے پا گیا ہے کہ یہ لوگ ہندی الاصل ہیں اور ہندوستان

سے یورپ پہنچے۔ ان کے قافلے کے قافلے یورپ میں گھومتے رہتے ہیں جنہوں میں زندگی بسر کرتے ہیں

بحال متی اور بازی گری کے تماشے دکھلاتے ہیں۔ چٹائی اور ٹوکریاں بنتے ہیں۔ ٹین کے برتن بناتے

اور مدت کرتے ہیں۔ اپنے مخصوص طریقوں سے لوگوں کے ہاتھ دیکھتے ہیں اور ان کے نوشتہ تقدیر پر

روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں کی بدولت یورپ اور امریکہ میں قیاناہ بالید (Palmistry)

کا اس قدر چرچا پھیلایا ہوا ہے۔ دکن کے خانہ بدوش قبائل اور سرکی والوں، سنگی والوں، موگیوں، بھانستیوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ برٹش اینسائیکلو پیڈیا والا لکھتا ہے کہ:۔

”ان کے اعضا جسم کا تناسب ان کی جلد کا زیتونی رنگ ان کی آنکھیں اور ان کے بالوں کا سیاہ ہونا، ان کے حرکات و سکنات ان کا گانا بجانا، باوجود یورپ کی زبانوں سے غلوٹا ہوجانے کے ان کی بولی اور ان کی زبان کی صرف نحو مغرض کہ ان کا پورا طرز بود و باش ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہند سے آئے۔“ ممکن ہے کہ ڈراوڈیس کی وہ کھیپ جو بابل گئی تھی ان کو بھی اپنے ہمراہ گئے ہو، قافلے کے کچھ لوگ بابل رگ گئے ہوں کچھ آگے بڑھ گئے ہوں۔ ممکن ہے کہ ایک بار ایسا ہوا ہو یا متعدد بار۔ بحر حال ان لوگوں کا وجود اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ڈراوڈیس سمندر سے ڈرتے نہ تھے۔ جہاز کے سفر سے انھیں پرہیز نہ تھا۔ دور و دراز ممالک میں جاتے تھے، تجارت کرتے تھے، وہاں سے مفید چیزیں اور مفید علوم اپنے ملک میں لاتے تھے اور ان میں سے بعض ان دور و دراز ممالک میں رہ بھی پڑتے تھے۔ اب رہا زبان کا مسئلہ۔ تو وہ اس طرح طے ہو سکتا ہے کہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ بابل کے ہندیوں نے ایرانیوں کی صحبت میں رہ کر جو کہ ان کے پڑوسی تھے قدیم ہند کی زبان اور قدیم ایران کی زبان کے استزاج سے تدریج ایک ایسی زبان بنائی یا ایسی زبان بن جانے دی جس کو قدیم سنسکرت یا ویدک زبان سے آج کل موسوم کیا جاتا ہے۔ علمائے فلسفہ کے فاضلوں کا اتفاق ہے کہ قدیم ایرانی زبان اور قدیم سنسکرت باہم اس درجہ مشابہ ہیں کہ ایک ہی زبان کی دو بولیاں یا دو (Dialects) کہہ دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

۲۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لوگ نہ آریہ تھے نہ ایرانی نہ ڈراوڈیس بلکہ مصری تھے مصر کا تمدن بابل کے تمدن سے بھی قدیم تر ہے مصر و بابل میں لڑائیاں بھی ہوتی رہی ہیں باہم دوستانہ تعلقات بھی رہے ہیں۔ دونوں تمدنوں نے ایک دوسرے کا اثر بھی قبول کیا ہے۔ لوگوں میں

آمدورفت اور رشتہ داریاں بھی رہی ہیں۔ آبادیوں میں مبادلہ بھی ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کی تباہی کے بعد کچھ قبلی مصر سے نکل بھاگے تھے تعجب نہیں اگر یہی قبلی پہلے بابل میں کچھ دن ٹھے ہوں پھر ایران ہوتے ہوئے ہندوستان آگئے ہوں۔ ان مصریوں میں اور ان ہندوستان میں جن سے کہ ان مضامین میں بحث ہے مذہب و رسمیات میں مشابہت بھی بہت قریبی ہے مثلاً اتیک ہندوؤں میں مصری مہاراج بھی ہوا کرتے ہیں جو ہندوؤں کے بڑے پنڈت اور یو جاری اور قابل احترام مذہبی پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔ گائے کی پرستش بالخصوص اور جانوروں کی پرستش بالعموم میں مصریوں کو اولیت کا مرتبہ حاصل ہے۔ آفتاب کی پرستش دریائے نیل کی پرستش یعنی عناصر کی پرستش اور انسانی قربانیاں مصر کی مشہور ہیں۔ تناسخ کا عقیدہ مصر کی خصوصیات سے ہے جس پر قبلی بحث انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آئے گی۔ اوتار کا مسئلہ بھی سب سے پہلے مصر ہی میں پیدا ہوا۔ بادشاہ کی پرستش مصریوں کا گویا مذہب تھا۔ ذات پات کا لحاظ اور چھوت چھات کے جھگڑے جس شد و مد کے ساتھ مصر میں تھے اتنے کسی اور ملک کی تاریخ میں نہیں پائے جاتے بلکہ خیال یہ ہے کہ اونچ ذات اور نیچ ذات میں تفریق کی ابتدا مصر ہی سے ہوئی ان جملہ امور میں ہندوستان بھی مصر ہی کا خوشہ چین معلوم ہوتا ہے چند دیگر امور میں بھی مصریوں اور ہندیوں میں مماثلت ہے مگر ان کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں مختصر یہ کہ تعجب کی بات نہ ہوگی اگر مزید تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ وہ قبلی ہی میں جنہوں نے ہندوستان کو دنیا جنم دیا۔ کم از کم اتنا تو اب بھی ثابت ہے کہ مہدی تمدن و رسوم و رواجات قبلی یا مصری اثر سے محفوظ نہیں۔

۵۔ اس کا بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل کے گم شدہ اور مفقود اخیر قبائل میں سے ہوں۔ ان گم شدہ قبائل کے متعلق اتیک بڑی عرق ریزی سے کام لے کر ضخیم لٹریچر مہیا

گردیا گیا ہے۔ مگر باوجود اس کے کوہ کنڈن اور کاہ برآوردن سے معاملہ آگے نہیں بڑھا۔ تین خیالات جن کو زیادہ وسعت دی گئی ہے حسب ذیل ہیں۔

الف۔ اینگلو سیکن لوگ ان گم شدہ قبائل سے ہیں اور انہیں اینگلو ازرائیلا  
( Anglo-Israilites ) کہنا چاہیے۔ مگر یہ خیال مقبول

نہیں ہوا۔ اور اس پر نسبت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔

ب۔ شمالی امریکہ کے قدیم باشندے ( North American

Indians ) ان کے گم شدہ اسرائیلیوں میں سے ہونے

کی بابت آج کل بڑا زور لگایا جا رہا ہے۔ اور چند بڑے بڑے لوگ اس خیال  
کی تائید میں کوشاں ہیں۔ مگر اس نظریہ پر بھی نسبت سے اعتراضات ہوا رو  
ہو سکتے ہیں۔

ج۔ افغانیوں پر بنی اسرائیل کے مفقودہ اخیر قبائل ہو گا گمان کیا جاتا ہے۔ مگر کسی یسوعی

شہادت کی بنا پر نہیں بلکہ صرف اس تخمین کی بنا پر کہ ان کی خصالتیں بنی اسرائیل  
کی خصالتوں سے بہت مشابہ ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے ملک کے بعض طبقوں کے لکھتی اور کروڑ پتی مہاجروں کو بنی اسرائیل

سے متعدد وجوہ سے نہایت قوی مشابہت ہے علاوہ بریں شام جیسی سرسبز و شاداب زمین کا لطف اٹھا

ہوے من چلے لوگ جو من و سلوا پر قناعت نہ کر کے اپنے زمانے کے اجر سے ہوئے اینگلو سیکن ہزاروں

یا مسافت بیدہ پر سمندر پار غیر آباد و نا معلوم امریکن خارتان یا منگس و مشقت طلب افغانی

تگستانی کو ہندوستان جیسی سونے کی چڑیا چھوڑ کر بھلا کیوں جانے لگے تھے۔ اگر یہ خیال جائے کہ

بنی اسرائیل کو دیوتا پرستی سے کیا تعلق تو ادنیٰ التعمق سے واضح ہو جائے گا کہ جس قوم نے یسوعی علیہ السلام

کی چالیس دن کی غیر حاضری میں باوجود ہارون علیہ السلام کی نجبائی کے گو سالہ پرستی اختیار کرنے میں دینے نہ کیا، اس سے بعد کے زمانوں میں کیا کچھ ممکن نہیں۔ ایک نکتہ اور بھی قابل غور ہے۔ یہی اس کے بارہ فرقتے تھے۔ ان میں سے کتر باقی اور بیشتر مغقوہ النجر میں جن کو بنی اسرائیل کے گم شدہ فرتے کہتے ہیں۔ اب ذرا خیال تو فرمائے

### Lost tribes of Israel

کہ ایک بچہ یا ایک لڑکے یا چند افراد اور ایک مختصر سی جماعت کا گم ہو جانا تو سمجھ میں آسکتا ہے۔ مگر ایک انبوہ کثیر کا جو متعدد و کثیر التعداد لوگوں پر مشتمل ہو گم ہو جانا اور ان کی بابت کسی کو کچھ معلوم نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ بجز اس کے کہ ان لوگوں نے کسی مصلحت سے خود ہی اپنے آپ کو اپنے پڑانے نام اور پڑانی علامات سے جدا کر لیا اور اپنے نام اور بھیس کو بدل کر کسی دوسرے نام سے اپنے کو مشہور کر دیا۔ ان کی تاریخ کا مطلقاً نہ کبھی تو معلوم ہو گا کہ مصائب و شدائد و غلامی و تباہی و بربادی اور مظلومی و بے کسی و بے بسی کی موت گویا ان کی قسمت ہی میں اچھلی تھی۔ ان کے حرکات کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ ان کے نام کسی سے لوگوں کو نفرت ہو گئی تھی بلکہ اس نفرت کے آثار اب تک مہذب و آزاؤ یورپ میں نہایت بین طور پر نمایاں ہیں۔ کیا عجیب ہے کہ ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا ہو کہ اس آئے دن کی مصیبت سے بچنے کے لیے اپنے پڑانے نام ہی کو خیر باد کہہ دو اور کسی دوسرے نام سے دوسرے ملک میں جا کر چلو۔ لوگ نام لباس و مصیبت ظاہری بدل سکتے ہیں مگر اپنی طبیعت و فطرت کو نہیں بدل سکتے۔ چنانچہ ہمارے ملک میں وہ قدیم اور عجیب و غریب تاریخ رکھنے والے لوگ جن پر اس نظریے کی رو سے اسرائیلی ہونے کا گمان کیا جاسکتا ہے، اب تک سیاسیات و معاشیات و اقتصادیات میں تقریباً اسی روش اور اسی قابلیت کا ثبوت دے رہے ہیں جس کے ساتھ تاریخ میں وہ متمیز ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ مصر میں بھی تقریباً چار سو برس رہ چکے ہیں و سب علیہ السلام کے زمانے میں وہاں پہنچے اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں وہاں سے چلے گئے۔ اس لیے مصری خصوصیات ان میں بھی پیدا ہو چکی تھیں۔ یونانی اور ایرانی صحبتوں سے انہوں نے

کافی اثر قبول کر لیا تھا۔ ممکن ہے کہ انہیں کے ذریعہ ہمارے ملک میں اسرائیلی امصری شامی یونانی اور ایرانی اثرات آئے ہوں۔ اگر اس نظریہ کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو ابراہیم سے برہم اور برہما اور براہما اور برہمن کا استخراج آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے اور یہودی کا تہوار ایک جدید تاریخی حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔ یہ لوگ بھی شرافت نسل پر فخر کرنے میں حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور بنی اسرائیل ہونے پر انہیں اس قدر ناز تھا کہ اپنے کو خدا کی منتخب جماعت اور خدا کی اولاد اور خدا کا دوست کہتے تھے اور جنت کو اپنے ہی لیے مختص سمجھتے تھے۔ ان کی نجات کے قائل نہ تھے۔ ان کی اکثر جماعتیں ان کے اپنے میں شامل نہ کرتی تھیں۔ گویا یہ لوگ اس زمانہ اور ان ممالک میں بھی ”برہمن“ تھے۔ علمی اور دماغی کاموں میں یہ لوگ ہمیشہ ایسے چمکتے رہے ہیں کہ اب تک ان میں آئینہ صافی جیسی قابلیت کے لوگ پیدا ہوتے چلے آئے ہیں۔ غرض کہ اس نظریہ کی تائید میں بھی بہت کافی مواد موجود ہے۔

(باقی)

## مرآة المتنوی

مرتبہ جناب قاضی محمد حسین صاحب لایم اے رکن دارالترجمہ

متنوی مولانا روم کا بہترین ایڈیشن جس میں متنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعاہ ان کی تسلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کسی انداز میں اور فہم میں بھی جس کی مدد سے آپ فہم جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں۔ ایک بیض فرنگ بھی متن ہے غرض کہ اس کتاب نے متنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی ہولت مہیا کر دی ہے کہ ایک شخص ”ی“ آسانی سے کتاب کے سب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ کاغذ کتابت طبعاً بہترین جلد نہایت اعلیٰ قیمت کے انگریزی۔ لہجہ سک عثمانیہ۔

دفتر ترجمان القرآن سے طلب کیجئے۔